۵/جولائی ۱۹۹۹ء ڈاکٹر علی احمد جلیلی

جلیل منزل 22-1-733/1، سلطان پورہ، حیدرآباد۔500024

مکرمی جناب اثر صاحب۔ سلام مسنون

آپ کا تعزیتی خط ملا اور میری تسکین کا باعث ہوا۔ میں اس کے لئے آپ کا ممنون ہوں۔ غزلیں دیکھ کر لوٹا تا ہوں۔

آپ نے ''اردو اکیڈمی'' کے انعام کے سلسلے میں جو بات لکھی ہے اس سے میں متفق ہوں۔ ناموں کی فہرست جو ترتیب دی گئی ہے قابل اعتراض ہے۔ ترتیب کی بے ترتیبی سے قطع نظر تمام شاعروں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس ہجوم میں مجھے اپنا نام دیکھ کر مسرت کا نہیں توہین کا احساس ہوتا ہے۔ بالعموم مختلف اکیڈمیوں کی جانب سے ناموں کا اعلان درجہ بندی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے، درجہ بندی تو اکیڈمی نے کی ہے مگر اعلان میں اپنی نااہلی کا ثبوت دیا ہے۔

آندھرا پردیش کے صرف نمائندہ غزل گو شعرا کا انتخاب کیا گیا ہے جن کی تعداد (۴۰) تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں اضافے کی گنجائش نہیں کیونکہ صفحات کا تعین بھی کر دیا گیا۔ سیدہ جعفر صاحبہ[۱] کی کتاب تاریخ ادب اردو[۲] میری نظر سے نہیں گزری۔ استفادہ کرنے کے باوجود حوالہ نہ دینا تنقید و تحقیق دونوں کے منافی ہے۔

تحقیق و تنقید کے موضوع پر انھیں آپ سے رابطہ پیدا کرنا چاہیے تھا۔ میری بھی تنقید پر تین کتابیں ہیں۔ اس درمیان عباس متقی آئے تو انھوں نے میری کتابیں مجھ سے لیجا کر اپنی طرف سے سیدہ جعفر صاحبہ کے حوالے کر دی ہیں۔ دیکھنا ہے کہ اس کا کیا ہوتا ہے۔ باقی خیریت۔

علی احمد جلیلی

۷۔ قیصر تمکین

قیصر تمکین مغربی دنیا کے کثیر الجہات مصنف کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔ وہ بیک وقت صحافی بھی ہیں اور افسانہ نویس بھی، طنز و مزاح نگار بھی ہیں اور نقاد و مبصر بھی۔

قیصر صاحب کا اصل نام شریف احمد علوی کاکوروی ہے۔ وہ یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ [۱] مشہور نعت گو محسن کاکوروی ان کے جد امجد تھے اور امیر احمد علوی ان کے دادا۔ قیصر تمکین کے والد گرامی مشیر علوی ناظر کاکوروی تھے۔ یہ سب کے سب اہل علم اور صاحب قلم بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قیصر صاحب کو تصنیف و تالیف کی روایت اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں ملی ہے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر (لکھنؤ اور الٰہ آباد) میں ہوئی۔ ابتداءً قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹۸۵ء میں لکھنو یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم۔اے کیا۔ وہ لکھنو کے روزناموں ''حقیقت'' اور ''حق'' سے یکے بعد دیگرے وابستہ ہو گئے اور پھر اس کے بعد روزنامہ ''قومی آواز'' میں اداریہ نویس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں جب کہ ان کی عمر ۲۲، ۲۳ سال تھی The Poineer BC National Harold میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۶۶ء میں انگلستان گئے اور وہاں Kent Messenger، The Times London Evening News میں کام کیا لیکن اردو کی محبت انھیں روزنامہ ''آواز''، لے گئی۔ یہ اخبار چند ماہ بعد بند ہو گیا۔ بعد ازاں انھوں نے کوئی مستقل ملازمت نہیں کی۔

قیصر تمکین نے کم و بیش ایک درجن کے قریب کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔ جگ ہنسائی (۱۹۵۷ء)۔ خبر گیر (۱۹۸۷ء)۔ سواستکا (۱۹۸۸ء)۔ اللہ کے بندے (۱۹۹۰ء)۔ یروشلم یروشلم (۱۹۹۳ء)۔ شعر و نظر (۱۹۹۷ء)۔ اویا سمین (۱۹۹۷ء)۔ ایک کہانی گنگا جمنی۔ صدی کے موڑ پر۔

قیصر تمکین نے راقم الحروف کے نام متعدد خطوط لکھے تھے لیکن تلاش بسیار کے بعد صرف تین خط ہاتھ آئے ہیں۔

(۱)

۲۵/جنوری ۲۰۰۲ء

۲۷۔کورسیڈ روڈ برمنگھم ۲۹

محبی و عزیزی اثر صاحب

بہت بہت سلام، محبتیں اور دعائے باصحت و سلامتی قبول فرمائیے۔

بیگم[۱] گذشتہ ہفتے حیدرآباد سے واپس آئیں۔ ان کے ذریعے آنجناب کی بیش قیمت تصانیف کا انتہائی قابل قدر تحفہ ملا۔ جس انداز تحریر و تنقید کی حامل یہ کتب ہیں اس اعتبار سے محض شکریہ کہہ دینا کبھی بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی امید ہے کہ آنجناب میرے جذبات تشکر کو سمجھ لیں گے۔

سب سے پہلے نعت رسولؐ خدا[۲] پڑھی۔ واللہ کیا سلاست، کیا سچی عقیدت اور محبت ہے۔ میں نے شروع کے دو تین اشعار دیکھنے کا ارادہ کیا لیکن بخدا کہیں ٹھہر ہی نہ پایا۔ سب پڑھتا چلا گیا۔ ایک ایک شعر والہانہ محبت و خلوص کا زمزمہ ہے۔ میں آنجناب کو ایسی کامیاب نعت لکھنے پر دلی مبارکباد دینے میں کسی طرح کا بخل کر ہی نہیں سکتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ آپ کی یہ خدمت بارگاہ ختم المرسلینؐ میں بھی شرف قبولیت پائے گی اور بفیضِ خوشنودی حضرت خیر الانامؐ دونوں جہانوں میں آنجناب سرفراز اور باعث مرحمت ہوں گے۔

دوسری کتابیں۔ نوادر تحقیق[۳] اور مقالات[۴] بھی انتہائی عرق ریزی سے تصنیف کی گئی ہیں۔ دکنی اردو اور دکن قدیم کے کلاسیکی سرمائے پر آپ نے جس جانفشانی سے کام کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ یاد رکھا جائے گا بلکہ آنے والے محققین و وابستگانِ ادب اس سے پوری طرح فیض یاب بھی ہوتے رہیں گے۔ آپ نے سچ مچ اپنے بعد آنے والوں کی راہ سے کانٹے ہٹانے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں نے کئی مضامین خصوصی توجہ سے پڑھے اور جگہ جگہ نشان لگا دیئے تاکہ بوقت ضرورت استفادہ کر سکوں۔

مقالات بھی آپ کے بہت معلوماتی ہیں۔ زیادہ تر میں آپ نے مروجہ آراء پر انحصار نہ کر کے اپنا ذاتی موقف (غیر ارادی طور پر) واضح فرمایا۔ یہ خوبی ذرا کمتر ہی نظر آتی ہے۔ سب سے زیادہ مستحق تعریف تو آپ کا طرز اظہار ہے۔ آج کل اچھے اچھے علمی جرائد میں اور اکثر تو مستند تصانیف میں بھی زبان کے سلسلے میں بہت بے توجہی برتی جاتی ہے۔ اور پھر املا تو اس طرح بے اعتنائی کا شکار نظر آتا ہے کہ خود اپنے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ یقین مانیے بعض خاصے معتبر و صاحب علم حضرات بھی اتنی لاپرواہی برتتے ہیں کہ میں لغت دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ ایک عام لفظ میعاد ہے جسے معیاد لکھا جانے لگا ہے۔ زیادہ تر ادیب و ناقد حضرات بھی مطمع نظر اور مطمع علم میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتے ہیں کیونکہ اور چونکہ کے معانی بھی اب کسی فرق یا اصلیت سے معدوم ہوتے

جارہے ہیں۔ یہ حالت معیاری رسائل اور پڑھے لکھے ادیبوں کی ہوتی جارہی ہے ایسی حالت میں آپ کے مقالات میں اصول زبان کا احترام بہت ہی نادر خوبی ہے۔

آخری اور سب سے اہم بات یہ مبارک باد آپ کی اس روش پر دیتا ہے کہ آنجناب اردو کی توڑ پھوڑ میں کسی طرح کی دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔ انگریزی الفاظ وتراکیب کی زبردستی کی ٹھونس ٹھانس سے احتراز فرماتے ہیں۔ گویا ''اردش'' نہیں بلکہ صاف ستھری اردو لکھتے ہیں۔ یہ خوبی بجائے خود ایک معجزے کی حیثیت اختیار کرچکی ہے، خدا کا شکر کہ آپ کی تحریر میں یہ اعجاز موجود ہے۔ میرا خیال ہے عجز اظہار کے شکار اور تساہل پسند اور کاتا اور لے دوڑے قسم کے ادیب ہی انگریزی کی بھرمار سے کام لیتے ہیں ورنہ ہماری زبان اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ایسی غریب وتہی مایہ بھی نہیں ہے کہ ہم کوئی ایک جملہ بھی انگریزی کے سہارے کے بغیر نہ لکھ سکیں۔ حیدرآباد اور جامعہ عثمانیہ نے اردو کو ہر طرح کے جذبات ومسائل کے اظہار کے قابل بنایا۔ اس معاملے میں آپ خوش قسمت ہیں کہ ایک اعلیٰ ترین روایت سے اچھی طرح بہرہ ور ہیں۔

آپ کی تحریریں پہلے بھی دیکھتا رہا ہوں لیکن ان تین کتابوں کے تحفے نے ایک جامع، بھرپور اور بہت ہی پائیدار اثر چھوڑا۔ آنجناب کی ذات گرامی اور شعری وتنقیدی سرگرمیوں کے پیش نظر یہ خوشگوار احساس ہوا کہ حیدرآباد سیاسی طور پر کتنا ہی ''مرحوم'' کیوں نہ کہا جائے علمی وادبی خدمات کی بنا پر ہمیشہ ایک منارۂ روشن کی طرح ادب کا راہ ساز رہے گا۔ جب تک آپ جیسے اصحاب موجود ہیں حیدرآباد کی علمی فضائیں معطر وثمر آور رہیں گی۔

میری طرف سے شکریے کے ساتھ پرخلوص دعائیں اور دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔

اور ہاں اصل بات تو رہ گئی۔ قرۃ العین سلمہا [۱] کے فرض سے سبکدوشی پر ہم سب کی طرف سے مبارکباد۔

آپ کا خیر طلب

قیصر تمکین

(۲)

۲۷۔ کورسیڈ روڈ برمنگھم ۲۹

چہارشنبہ ۱۴؍اگست ۲۰۰۲ء

حبیب مکرم! سلام مسنون

مرسلہ تراشہ آج صبح مل گیا۔ اس عنایت خصوصی کے لیے شکر گزار ہوں۔

صاحبزادے [۱] صاحب سے بیگم کی کبھی کبھی گفتگو ہوتی ہے اور انہیں کے ذریعے آپ حضرات کی خیریت معلوم ہوجاتی ہے۔

میری طرف سے محل مبارک [۲] میں نذرانہ تسلیم۔

خدا کرے مزاج اقدس بخیر ہو۔

ممنون کرم

قیصر تمکین